اخبارِ اُمت

بابری مسجد اور اصل برہمنی چہرہ!

عبدالغفار عزیز

آج سے ۶۱ سال پہلے ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات اہلِ علاقہ بابری مسجد میں عشاء کی نماز ادا کر کے گھروں کو چلے گئے۔ ہر چیز حسبِ معمول تھی لیکن اگلی صبح فجر کی نماز کے لیے مسجد آئے تو عجیب منظر تھا۔ مسجد کے اندر 'رام'، 'لکشمن' اور 'سیتا' کے بت رکھے تھے۔ مسلح ہندو ان کا پہرا دیتے ہوئے اعلان کر رہے تھے کہ رات یہاں 'رام' کا ظہور ہو گیا ہے اور اب یہ جگہ ان کی ملکیت ہے۔ محلے کی مسلم آبادی نے قریب واقع تھانہ فیض آباد میں اس قبضے کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی، بدقسمتی سے کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ صدیوں سے قائم تاریخی مسجد پر اچانک ہندو قبضے سے علاقے میں اشتعال پھیلنے لگا، تو صوبائی اور مرکزی حکومت نے مسلمانوں کو وہاں نماز پڑھنے سے عارضی طور پر منع کر دیا۔ بعدازاں یہ پروپیگنڈا پورے ملک میں پھیلایا جانے لگا کہ صدیوں پہلے تعمیر ہونے والی یہ مسجد 'رام' کی جاے ولادت ہے۔ ظہیرالدین بابر نے رام مندر ڈھا کر مسجد تعمیر کر دی تھی۔ مسجد کا گنبد عین اس جگہ کے اُوپر بنایا گیا ہے جہاں رام نے جنم لیا تھا۔ کئی عشرے تک یہ پروپیگنڈا کرنے کے بعد بالآخر ۱۹۹۲ء میں آر ایس ایس اور بی جے پی کے سورماؤں نے ملک بھر سے اپنے مسلح کارکنان کو جمع کر کے تاریخی مسجد پر دھاوا بولا اور اسے شہید کرتے ہوئے وہاں ایک چھولداری میں رام کا بت نصب کر دیا۔ پوری دنیا میں مسلمانوں نے اس گہرے گھاؤ کی ٹیسیں محسوس کیں۔ ہر طرف سے احتجاج سامنے آیا۔ ہندو بنیے نے معاملہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے عدالت کے سردخانے میں ڈال دیا۔ ۱۸ سال انتظار، تحقیقات اور بحث و تمحیص کے بعد جو فیصلہ آیا تو یہ کہ

''صدیوں پرانی جس مسجد کو جنونی ہندوؤں نے شہید کر دیا تھا، اس کا ایک تہائی مسلمانوں کو دیا جائے باقی پر اب ان کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ وہاں اب باقاعدہ رام مندر تعمیر کر دیا جائے''۔ گویا ڈاکو آ کر گھر پر قابض ہوگئے اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دعوے دار ریاست نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ گھر کا صرف ایک تہائی اہلِ خانہ کو دے دیا جائے، باقی پر ڈاکوؤں کا قبضہ قانونی قرار دیا جاتا ہے۔

عدالتی فیصلے کے بعد ہندستان سے موصول ہونے والے ایک مضمون میں بابری مسجد اور ہندوؤں کے دعوے کے بارے میں بہت سے دل چسپ حقائق یک جا کیے گئے ہیں۔ آیئے ان میں سے چند چشم کشا نکات کا جائزہ لیتے ہیں:

● ہندو تاریخ میں زمانے کو چار مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر دور کو یوگا (Yuga) کہا جاتا ہے۔ کیرودھا یوگا (Kirudha Yuga) ۱۷ لاکھ ۲۸ ہزار سال پہلے شروع ہوا۔ پھر دِھیریدھا یوگا (Dhiredha Yuga) ۱۲ لاکھ ۹۶ ہزار سال پہلے شروع ہوا۔ تیسرا دوابا یوگا (Duvaba Yuga) ۸ لاکھ ۶۴ ہزار سال پہلے، اور آخری دورکالی یوگا (Dorkali Yuga) ۴ لاکھ ۳۲ ہزار سال پہلے شروع ہوا جو ہنوز جاری ہے۔

'راماین' کے مطابق رام نامی خدا دوسرے دور کے آخر میں ۸ لاکھ ۶۹ ہزار ایک سو ۱۰۰ سال قبل پیدا ہوا۔ یعنی تقریباً پونے نو لاکھ سال پہلے پیدا ہونے والے رام کی جاے پیدایش اس قدر دقیق انداز سے معلوم ہے کہ اس کا بابری مسجد کے گنبد تلے واقع ہونا بھی یقینی ہے۔

● دلی سے شائع ہونے والے معروف رسالے ریڈینس نے ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں متعدد ہندو مذہبی پیشواؤں اور تاریخ دانوں کی ایک اور تحقیق شائع کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۱۰۰ عیسوی سے پہلے رام نام کا کوئی خدا ظاہر ہی نہیں ہوا تھا۔ پورے خطے میں اس سے پہلے کسی ہندو نے رام کی پوجا ہی نہیں کی، یعنی لاکھوں سال پہلے پیدا ہونے والے رام تب تک کسی کو معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔

● رامائن نے یہ بھی لکھا ہے کہ 'رام' ایودھیا شہر میں پیدا ہوا۔ یعنی کہ بابری مسجد والا ایودھیا شہر بھی ۸ لاکھ ۶۹ ہزار ایک سو ۱۰۰ سال پہلے بھی موجود تھا۔ اب ایک اور حقیقت ملاحظہ ہو: ۱۹۷۶ء میں بھارتی مرکزی آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ نے ایودھیا شہر کے بارے میں اپنی ایک رپورٹ پیش کی

تھی، رپورٹ کے ص۵۲-۵۳ پر لکھا ہے کہ ''ایودھیا نام کی ایک بستی ۷۰۰ قبل مسیح میں بسائی گئی''۔ اب ۲۰۱۰ عیسوی ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ ایودھیا آج سے دوہزار سات سو دس سال پہلے وجود میں آیا۔ متعدد بھارتی تاریخ دانوں نے اس سرکاری رپورٹ کی تصدیق کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہندوؤں کی مقدس ترین کتاب رامائن کے 'فرمان' کے مطابق تقریباً پونے نو لاکھ سال پہلے پیدا ہونے والا رام، صرف ۲۷۱۰ سال پہلے وجود میں آنے والے شہر میں کیسے جنم پذیر ہوگیا۔

● ایودھیا کے بارے میں رامائن کی مزید تفاصیل کچھ یوں ہیں: ''ایودھیا سے ۵ء۱ یوجن (۲۳ کلومیٹر) کے فاصلے پر دریاے سارایو بہتا ہے۔ یہ دریا مشرق سے مغرب کی طرف بہتا ہے اور آگے جاکر دریاے گنگا میں جاملتا ہے۔ بھارت کے شہر ایودھیا کو دیکھا جائے تو وہاں دریا تو بہتا ہے، لیکن شہر سے ۲۳ کلومیٹر دُور نہیں شہر کے بیچوں بیچ۔ اس دریا کا پانی مشرق سے مغرب نہیں مغرب سے مشرق کی جانب بہتا ہے۔ یہ دریا کہیں بھی دریاے گنگا سے نہیں ملتا بلکہ دریاے راَبتھی (Raabthi) سے ملتا ہے۔ ہاں، البتہ ایک اور تحقیق کار سیر سنگھ (Saer Singh) کا کہنا ہے کہ پڑوسی ملک نیپال میں ایودھیا نامی ایک بستی پائی جاتی ہے، اس سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دریا بھی بہتا ہے جس کا رُخ مشرق سے مغرب کو ہے اور وہ گنگا میں جاکر ملتا ہے۔ یعنی اگر بالفرض کوئی ایسا مقدس ایودھیا ہے بھی جہاں رام صاحب کی ولادت ہوئی تھی، تو خود رامائن کی نشان دہی کے مطابق وہ نیپال میں ہوسکتا ہے، اتر پریش بھارت میں نہیں۔

● بابری مسجد کی بنیادیں سولھویں صدی (۱۵۲۴ء) میں ابراہیم لودھی کے ہاتھوں رکھی گئی تھیں جو بعد میں ظہیرالدین بابر کے ہاتھوں مکمل ہوکر بابری مسجد کہلائی۔ بابر کے بعد پورے مغلیہ دور اور اس کے بعد طویل برطانوی استعمار کے اختتام تک پورے چار سو پچیس سال کے دوران میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا کہ جس نے دعویٰ کیا ہو کہ بابری مسجد کی جگہ پہلے رام مندر تھا، اسی میں رام کی پیدایش عمل میں آئی تھی اور مسلمانوں نے اسے منہدم کر کے وہاں مسجد تعمیر کرڈالی۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی شب اچانک کچھ متعصب ہندوؤں کو ایک الہام ہوا اور پھر سادہ لوح ہندو عوام کو مذہبی اشتعال دلاکر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل چھلنی کردیے گئے۔

معاملہ صرف بابری مسجد کی شہادت پر ختم نہیں ہوا، اب یہی متعصب ٹولہ سیکڑوں دیگر

مساجد کے بارے میں بھی دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ سب رام جنم بھومیاں تھیں، انھیں بھی منہدم کر کے رام مندر تعمیر کریں گے۔ کچھ لوگ اس خدشے کی سنگینی کم کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ بھارتی پارلیمنٹ نے طے کر دیا ہے کہ بابری مسجد کے عدالتی فیصلے کو اسی طرح کے کسی دوسرے مقدمے کے لیے بنیاد نہیں بنایا جاسکے گا۔ سوال یہ ہے کہ دنیا کی اس سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت میں کیا اس سے پہلے کوئی ایسا قانون نہیں تھا کہ جو دوسروں کی ملکیت پر قبضہ کرنے سے روکتا ہو؟ اگر پہلے ان قوانین نے تعصب کی آگ کو نہیں روکا تو آیندہ کوئی قانون اسی طرح کے جنونیوں کو کیسے روکے گا؟

بابری مسجد کی جگہ مندر تعمیر کرنے کے عدالتی فیصلے کا اگر کوئی ایک مثبت پہلو ہے تو وہ یہ کہ دنیا اب ہندوازم کا اصل چہرہ زیادہ بہتر طور پر دیکھ سکے گی۔ دنیا دیکھ سکے گی کہ ۱۸ کروڑ سے زائد ہونے کے باوجود، مسلمان وہاں کس طرح بے سہارا اور ہندو تعصب کے رحم و کرم پر ہیں۔ اس سے پہلے گجرات کے قتلِ عام کی تحقیقاتی رپورٹیں بھی مکار ہندو کو بے نقاب کر چکی ہیں کہ خود سرکاری سرپرستی میں کچھ ہندوؤں کو قتل کیا گیا اور پھر اس کا سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈالتے ہوئے ہزاروں مسلمانوں کا قتلِ عام کر کے وحشی پن کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس سے پہلے ایک اور سرکاری رپورٹ 'سچر رپورٹ' میں بھی واضح اعتراف کیا جا چکا ہے کہ اتنی بڑی اقلیت ہونے کے باوجود ہندستانی مسلمانوں کو معاشرے میں نکّو بنا کر رکھا گیا ہے۔ نہ ملازمتوں میں مناسب حصہ اور نہ تعلیم و ترقی میں برابری کے مواقع۔ بابری مسجد فیصلے کے بعد اب ہندوؤں کا یہ مطالبہ زور و شور سے سامنے آیا ہے کہ اذانوں پر پابندی لگائی جائے، ہمارے آرام میں خلل پڑتا ہے۔ نقاب پر پابندی لگائی جائے اس سے دہشت گردی پھیلتی ہے۔

انصاف اور انسانی حقوق کی اس واضح توہین کے باوجود ہندستان کے لیے امریکی اور عالمی سرپرستی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمان ملکوں سے دوستی بڑھانے اور سیکورٹی کونسل کا مستقل رکن بنانے کے وعدے، ایٹمی پروگرام میں مزید تعاون اور دہشت گردی کی جنگ میں اپنے حلیف اوّل پاکستان کو چھوڑ کر امریکی صدر کے طویل ہندستانی دورے، سب انھی مسلمان دشمن پالیسیوں کو مزید آگے بڑھانے کے پیغامات ہیں۔ اُمت مسلمہ صرف اس قرآنی آیت ''تم اہلِ ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ

ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرورِ نفس نہیں ہے‘ میں ’’اور جنھوں نے شرک کیا‘‘ پر غور کرلے، پوری حقیقت بے نقاب ہوجائے گی۔